مقدّس سیڑھی



مقدس سیڑھی

(روح کے تار چھیڑتی ہوئی ایک اچھوتی داستان)

مصنف : حاجی محمد افضل

مرتبہ : ضیاء نیّر

نام کتاب : مقدس سیڑھی

سرپرستِ اعلیٰ : حاجی بشیر احمد

مصنف : حاجی محمد افضل

اہتمام : ظفر اقبال

مرتبہ : ضیا نیّر

نگران طباعت : منیر احمد شیخ

پروف ریڈنگ : ملک اظہار احمد

تاریخِ اشاعت : اکتوبر 1998

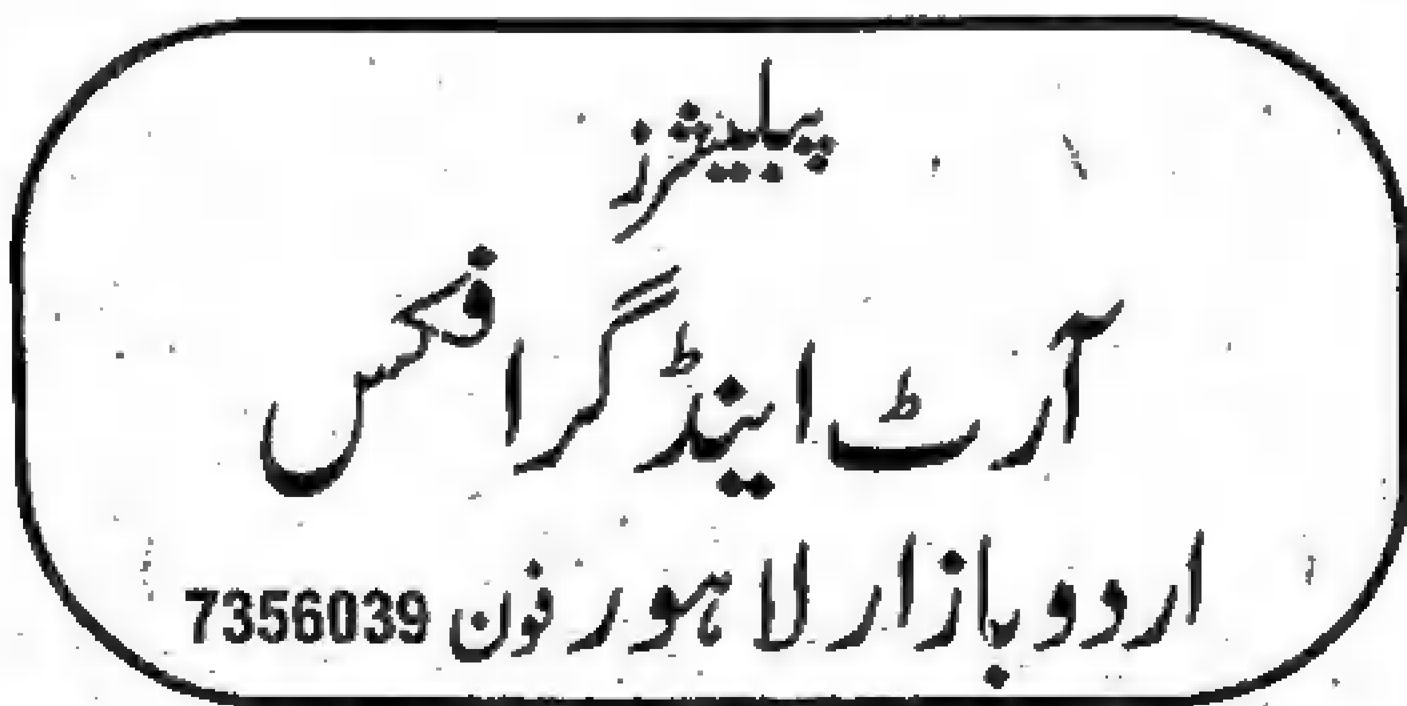


مقدس سیڑھی

(روح کے تار چھیڑتی ہوئی ایک اچھوتی داستان)

مصنف : حاجی محمد افضل

مرتبہ : ضیاء نیّر


پبلیشرز
آرٹ اینڈ گرافکس
اردو بازار لاہور فون 7356039

پیش لفظ

یہ کتابچہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ان تقدس مآب لمحوں کی تاثراتی کیفیت وانبساط میں ڈوبی ہوئی اچھوتی داستان ہے جب آج سے کم و بیش اٹھائیس سال قبل مصنف کے والد گرامی کو حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا اور اس کے ساتھ حرم کعبہ کی ایسی خدمت بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی جو صحیح معنوں میں

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

کی مصداق کہی جا سکتی ہے۔ اس داستان کو اپنی نوعیت کا ایک روحانی سفر نامہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کا ہر لفظ قاری کو اپنی سادگی، سلاست اور بے ساختگی کی بناء پر اپنے ساتھ بہائے لئے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے ان قلبی واردات و کیفیات میں جو اس بے مثال سفر دیار حرم کا طرہ امتیاز ہیں برابر کا شریک ہو۔ اس منفرد اور عجیب و غریب داستان کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ شاہ فیصل کے دور کے سعودی معاشرے کی کچھ جھلکیاں ہماری چشم تصور کے سامنے ایک فلم کی طرح تیرنے لگتی ہیں۔

اس داستان کو ترتیب دیتے وقت مرتب نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ مصنف کی تحریر کردہ روایت کا کوئی اہم پہلو ذکر ہونے سے نہ رہ جائے اور اس نے اپنے مافی الضمیر کو جس طرح صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے بلکہ مکمل واقعاتی تصویر سادہ لفظوں میں قاری کے سامنے کھینچ کر آجائے۔

ضیاء نیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روانگی حج سے پہلے بیعت:

یہ ۱۹۶۹ء کا ذکر ہے جب راقم الحروف کے والد گرامی حاجی بشیر احمد صاحب کو حج بیت اللہ کا موقع نصیب ہوا اور وہ سفر حج پر روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ دوست احباب ازرہ نصیحت کہنے لگے کہ آپ حج سے پہلے پیر صاحب سے بیعت ہو جائیں۔ آپ اس کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! ہم نے حج پر جانا ہے آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ فرمانے لگے کہ یہ تو بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ آپ حرمین شریفین جا کر ہمارے لئے بھی دعا کریں کہ اس سے اچھا عمل اور کیا ہو گا۔ پھر فرمایا کہ بیعت کی افادیت اپنی جگہ لیکن عمل آپ کے اپنے ہی کام آئیں گے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ پیر ولایت شاہ آپ کو بخشوالیں گے تو ایسی کوئی بات نہیں۔ روز قیامت آپ کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا اور سب سے بڑا عمل جس کی باز پرس ہو گی' نماز ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود

اولش پرسش نماز بود

(قیامت کا دن جو ہر جان کے لئے سب سے بڑی ابتلاء اور آزمائش کا دن ہو گا' سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا)

لہذا بیعت کرتے وقت آپ اس بات کا عہد کریں کہ آپ کسی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑیں گے کہ اس قضا کی معافی نہیں۔ میرے ساتھ جانے والے احباب کہنے لگے کہ پیر صاحب انہیں کوئی وظیفہ بھی بتائیں۔ پیر صاحب فرمانے لگے کہ ان کے لئے نماز ہی وظیفہ ہے جس پر انہیں کاربند رہنا ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اکرم ہے

اور اس پر جتنا بھی اس کا شکر ادا کیجئے کم ہوگا۔ ۱۹۶۹ء سے اب تک کوئی نماز بھی قضا نہیں ہوئی یہ اسی کی توفیق ہے کہ سب نمازیں پابندی سے ادا ہوتی رہیں۔ ۱۹۶۹ء کے حج کے دوران ہم خانہ کعبہ اور مضافات کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ گردونواح کے مقدس مقامات دیکھ کر دل فرط انبساط سے جھوم جھوم اٹھا۔

مکان کی تلاش کا مرحلہ:

طواف و عمرہ سے فارغ ہو کر ہم مکان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارے سنگھیوں ساتھیوں نے بعجلت تمام اچھی اچھی عمارتوں کو اپنی سکونت کے لئے منتخب کر لیا۔ ایک ہم رہ گئے تھے سو اپنے معلم کے منشی حسن مشائخ سے کہا کہ ہمیں کوئی مکان دکھائیں جو ہو تو پرانا مگر قابل رہائش ہو۔ منشی صاحب کہنے لگے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر میرا مکان حاضر ہے جو خاصا پرانا ہے۔ وہ ہمیں اپنا مکان دکھانے لے گئے۔ جو پرانے زمانے کا پرانی وضع کی کھڑکیوں اور کھجور کے تنے سے بنی عمارت پر مشتمل چوتھی منزل پر واقع تھا۔ ایک طرف برآمدہ' باورچی خانہ اور ملحقہ غسل خانہ (Attatched Bath) تھا۔ ہمیں اس لحاظ سے یہ مکان بہت پسند آیا کہ یہ ہماری تحویل میں ہوگا۔ اس کی چابی ہمارے پاس رہے گی اور ہم جب چاہیں گے اس میں آجا سکیں گے ہم نے وہ مکان لے لیا اور تالہ لگالیا۔ حسن کو ہمارے انتخاب پر تعجب ہوا۔ کہنے لگا کہ یہ مکان پرانا ہونے کے باعث کوئی پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ اس کی ایک وجہ قریب ہی واقع ہاجرہ نامی مغلہ کی ماڈرن عالیشان بلڈنگ ہے جس میں فلش سسٹم اور ایئر کنڈیشنگ جیسی سہولتوں کی موجودگی ہے جبکہ ہمارے اس مکان میں بجلی کے سوا باقی جدید سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ہمارے اس مکان میں آنے سے پہلے حسن کی بیوی نے اس کی صفائی ستھرائی کردی اور ہم نے یہاں اپنا ڈیرہ جمالیا۔ یہاں مٹی کی بنی

ہوئی چھوٹی چھوٹی زمزمیاں (صراحیاں) تھیں جن میں وہ آب زم زم بھر کر رکھتے تھے اور ان میں زم زم کا پانی دو تین دن تک کفایت کر جاتا تھا۔ ہمارا معمول تھا کہ ہم علی الصبح اٹھ کر حرم شریف جاتے نماز تہجد ادا کرتے فجر اور اشراق پڑھتے اور واپس گھر آتے وقت ناشتے کے لئے سبزی اور دیگر لوازمات ساتھ لے آتے۔ گھر میں ناشتہ کے بعد کچھ دیر قیلولہ کرتے نہاتے دھوتے اور ظہر کی نماز کے لئے پھر حرم شریف آجاتے۔ نماز ظہر کے بعد پھر گھر آجاتے' تھوڑی دیر آرام کرتے اور عصر کی اذان سے پہلے اٹھ جاتے۔ ہمارا یہ گھر حرم کے اتنے قریب تھا کہ جب بیت اللہ شریف میں اذان شروع ہوتی اس وقت ہم گھر سے نکلتے اور اذان کے ختم ہونے تک خانہ کعبہ پہنچ جاتے۔ عصر کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز ادا کر کے گھر آتے۔ دو تین دن یہی معمول رہا۔ اتنے میں کراچی والے حاجی محمد حسین صاحب بھی پہنچ گئے۔ انہیں بھی یہ مکان بہت پسند آیا۔ کہنے لگے کہ گو پرانا ہے لیکن ہے بڑا آرام دہ۔

چنانچہ اس میں ہمارے شب و روز بڑے سکون اور آسانی سے گزرنے لگے۔

حرم کعبہ میں مزدوری کی آرزو:

ان دنوں کعبۃ اللہ کی تعمیر و تزئین کا کام ہو رہا تھا۔ راج مزدور ستون اور منارے بنا رہے تھے۔ بڑے بڑے کاریگر موجود تھے جو جدید ترین فنی طریقوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر میں پیش پیش تھے۔ کام بڑی خوبصورتی اور مہارت و ندرت سے سر انجام دیا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ دنیا میں فن تعمیر کے اعلیٰ ترین طریقے بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔

ایک دن میرے دل میں بھی یہ آرزو پیدا ہوئی کہ میں بھی خانہ کعبہ کی تعمیر و آرائش کے کام میں اپنا حصہ ڈالوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں بیٹھو میں خانہ کعبہ کی تعمیر

میں حصہ لینے جاتا ہوں۔ جائے تعمیر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں میری ملاقات ایک افریقی نوجوان سے ہوئی اور وہ سارا وقت اس ملاقات میں گزر گیا لیکن جائے تعمیر تک نہ پہنچ سکا۔ اس طرح دو تین روز اسی کوشش میں گزر گئے لیکن مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طریقے مزدور کی طرح ریت 'بجری' سیمنٹ اٹھانے میں حصہ لے سکوں مگر بات نہ بن سکی۔ تب میرے دل میں خیال آیا کہ اللہ نے جن کو اس کام کا موقع دیا ہے وہ بڑے نیک اور پارسا لوگ ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی سنت مبارکہ کی پیروی میں تعمیر کعبہ میں لگے ہوئے ہیں یہ سعادت ہر کسی کو تو نہیں مل سکتی۔

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(اس نیک کام کی توفیق زور بازو یعنی طاقت سے نہیں ملتی جب تک توفیق بخشنے والا خدا اس کی سعادت عطا نہ کرے)

اللہ تعالیٰ نے ہی تمام انسانوں میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند گرامی حضرت اسماعیلؑ کو حکم دیا کہ آؤ اور میرے گھر کی تعمیر کرو پھر وہ مبارک زمانہ آیا جب حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صحن کعبہ میں حجر اسود کو نصب فرمایا۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں کعبۃ اللہ کی تعمیر و توسیع کا کام آگے بڑھتا رہا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ ہم جیسے عامی لوگوں کو یہاں موقع نہیں مل سکتا' ندامت محسوس کی۔

انجینئر سے ملاقات اور تزئین کعبہ کی تجویز:

اسی اثناء میں حاجی محمد حسین صاحب اور مولانا شریف کے ساتھ میں اس موضوع پر ہم کلام تھا اور سلسلہ گفتگو میں مولانا عبدالوکیل' حافظ فتح صاحب کے علاوہ کچھ دیگر احباب بھی شریک تھے کہ خانہ کعبہ کی تعمیرات کے انچارج انجینئر بھی وہاں آ گئے۔ ان سے ملاقات ہوئی اور انہیں بھی ہم نے اپنے ساتھ شریک گفتگو کر لیا۔ وہ اس گفتگو میں انتہائی دلچسپی لینے لگے اور ہماری چند تجاویز سن کر ان کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ وہ ہماری باتیں دیر تک سنتے رہے اور کہا کہ وہ ہمیں کچھ چیزیں دکھانے لے جائیں گے۔

وہ ہمیں مختلف عمارات اور ان کے حصے تفصیل کے ساتھ دکھاتے رہے اور مستقبل میں تعمیر کے پروگرام کے بارے میں سارے منصوبے' جن میں فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے ایئر کنڈیشننگ نظام بھی شامل تھا' ہمارے گوش گزار کر دیا اور کہا کہ جب یہ مکمل ہو گی تو اس کا شمار دنیا کی بہترین تعمیرات میں ہو گا۔ دوران گفتگو ہم نے پوچھا کہ تعمیر کے ساتھ کیا اس کی تزئین کا کوئی پروگرام بھی زیر غور ہے؟ انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ تاحال کوئی ایسا پروگرام ہمارے سامنے نہیں۔ مزید کہا کہ خانہ کعبہ کا نقشہ جس اٹالین ڈیزائنر نے بنایا تھا وہ خود نہیں آیا اور یہ تعمیر "بن لادن" نامی کمپنی کے زیر نگرانی ہو رہی ہے اور تعمیر کرنے والے سب مصری ہیں۔

خانہ کعبہ کی مجوزہ تزئین:

انجینئر صاحب جو اس تعمیری پروگرام کے انچارج تھے' پوچھنے لگے کہ تفصیل سے بتائیں کہ اس تزئین اور فرنشنگ (Furnishing) سے آپ کی کیا مراد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بہت ساری باتیں توجہ طلب ہیں مثلاً یہاں آنے والے زائرین حرم

قرآن پاک کے نسخے کریٹوں پر رکھتے ہیں اس طرح خطیبان کرام جب تقریر کرنے آتے ہیں تو وہ اپنے نیچے کریٹ رکھ لیتے ہیں تاکہ وہ مطلوبہ بلندی (Height) سے خطاب کر سکیں۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آپ جس قدر خوبصورت انداز میں اس مقدس عمارت کو بنانے جا رہے ہیں اسی قدر اس کے تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی فرنشنگ کا اہتمام بھی کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ ایسی عمارتیں روز روز نہیں بنتیں۔ اس لئے اس کا نقشہ بناتے اور پلاننگ کرتے وقت انتہائی غور و خوض سے کام لینا چاہیے۔ موصوف نے مجھ سے مزید وضاحت چاہی تو میں نے کہا کہ کل آپ کو تفصیل سے بتا سکوں گا۔ چنانچہ میں اسی وقت بازار گیا اور کاغذ پنسل اور دوسری ضروری چیزیں لے کر آیا۔ اگلے دن حرم شریف میں نماز تہجد کے لئے گیا۔ تہجد ادا کی۔ فجر اور اشراق کی نمازیں بھی وہاں ادا کیں۔ پھر طواف کیا اور مطعف میں بیٹھ کر ڈرائینگ کرنا شروع کی اور جو کچھ میرے ذہن میں تھا اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ میں نے بڑی تفصیل سے نقشہ تیار کیا جس میں ہر پلر (Piller) کے ساتھ بک شیلف (Book-Shelf) قرآن پاک کے نسخے رکھنے کے لئے ظاہر کیا۔ اس کے ساتھ قرآن پاک کھول کر رکھنے کے لئے رحل اور اس کے ساتھ قاری کو تلاوت کرتے ہوئے دکھایا گیا۔

اسی طرح چھتیس کے لگ بھگ معلمین کرام جو مختلف زبانوں میں مقررین اور خطباء کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لئے مضبوط اور خوبصورتی سے ڈیزائن کئے گئے منبر دکھائے جہاں سے وہ اپنی اپنی زبانوں میں تقریریں کر سکیں گے۔ ان کے ساتھ پلرز کے پہلو میں رکھی جانے والی الماریاں ڈیزائن کی گئیں۔ جن میں قرآن مجید کے نسخے رکھے جائیں گے۔ یہ سارا کام مکمل ہو گیا تو میں ان کے پاس لے گیا جسے دیکھ کر وہ

انتہائی متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ تو بڑا اچھوتا خیال ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی کے ذہن میں نہیں آیا اور اس کے مطابق جو فرنشنگ کی جائے گی وہ واقعی بہت نادر قسم کی چیز ہو گی۔

پھر وہ مجھے ایک اور چیز دکھانے لے گئے۔ یہ حرم شریف کے ساتھ مکتبہ الحرم ہے جہاں عہد نبوی ﷺ کے پرانے ملفوظات اور وہ مکتوبات شریف جو حضور اکرم ﷺ نے سلاطین وقت کو لکھے 'رکھے گئے ہیں۔ لیکن وہ کھلی شلفوں میں پڑے ہونے کی وجہ سے اور ان پر گرد پڑ رہی تھی اس لئے یہ گرانقدر اثاثہ اس حالت میں محفوظ نہیں اور اس بات کا خطرہ تھا کہ امتداد زمانہ سے اس قیمتی ورثہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائے۔ یہ مکتبہ الحرم کوہ صفا کے دامن میں ایک پرانی عمارت کے اندر واقع ہے۔ یہ عبداللہ بن عبدالحمید مدیر اعلیٰ مکہ جن کا عہدہ گورنر کے برابر ہوتا ہے' کی تحویل میں تھا ۔وہ محمد بن عبداللہ بن سبیل کے سسر تھے۔ان سے ہماری ملاقات بھی کرائی گئی دوران ملاقات انہوں نے ہماری بڑی پزیرائی کی اور میری تجویز کردہ سکیم کو بہت پسند کیا اور بڑے اچھے لفظوں میں تحسین و تعریف فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت اچھا اور قابل قدر خیال ہے۔ اس ساری گفتگو کے دوران مولانا شریف صاحب نے ترجمانی کے فرائض ادا کیے۔

حاجی محمد حسین صاحب بھی میرے ساتھ اس کام سے وابستہ تھے۔ان کی اس میں دلچسپی خاصی بڑھ گئی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اس کام کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیے۔ چنانچہ ہم بڑے اشتیاق اور دلجمعی کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

ہم نے مکتبہ الحرم میں پڑے ہوئے ملفوظات اور پرانے مخطوطات کو دیکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مبارک ہاتھوں سے چمڑے پر لکھے ہوئے قلمی نسخے دیکھے۔ یہ چمڑے کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر مرقوم تھے۔ یہاں بڑے بڑے عالم فاضل اور سکالر لوگ ریسرچ کرنے کے لئے آتے تھے۔ ان نادر قلمی خزانوں کو محفوظ کرنے کے لئے ہم نے بک شیلف ڈیزائن کئے۔ جن کے دو حصے تھے۔ اوپر والا حصہ شیشے کی کھڑکیوں سے مزین تھا جبکہ نیچے والا حصہ اس سے الگ ڈیزائن کیا گیا تھا۔

اس کے بعد وہ ہمیں ایک اور جگہ جسے دار الحدیث سے موسوم کیا جاتا ہے وہاں لے گئے ہم نے اس جگہ کا بھی تنقیدی جائزہ لیا اور اس کے لئے مناسب فرنیچر کرسیاں اور ڈیسک وغیرہ ڈیزائن کئے۔

مقدس سیڑھی: (لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم)

یہ سارا کام تکمیل کو پہنچا تو اس کی خبر بڑے بڑے لوگوں تک پہنچ گئی اور انہوں نے اسے دیکھ کر اظہار پسندیدگی کیا اور بہت سراہا۔ اس دوران ہماری ملاقات جناب امین شعبی صاحب سے ہو گئی جنہوں نے ہمیں بتایا کہ ان کے پاس پرانے زمانے کی مصریوں کی بنی ہوئی ایک عارضی (Improvised) سیڑھی ہے جسے وہ بوقت ضرورت خانہ کعبہ میں آنے جانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک یہ سیڑھی جو بہت بھاری بھر کم ہے انجن سے سٹارٹ ہوتی ہے یہ سیڑھی متحرک ہو کر جہاں اسے لے جانا مقصود ہوتا ہے' چل کر جاتی ہے۔ وزنی ہونے کی وجہ سے اس کا کہیں لے جانا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بعض اوقات اس سیڑھی کے پائے ٹوٹ جاتے ہیں جن کی مرمت میں خاصی دشواری پیش آتی ہے۔ یہ سیڑھی کئی سالوں سے ایک ہی جگہ کھڑی ہے۔ ہماری دیرینہ خواہش ہے کہ اس کی جگہ کوئی ایسی سیڑھی بنائی جائے جو ہلکی' پائیدار اور

خوبصورت ہو اور اسے خانہ کعبہ کے ساتھ لگانا آسان ہو۔ ہم نے اس کا ڈیزائن بنانے کی حامی بھر لی اور اس کا ڈیزائن بھی تیار کر لیا۔ یہاں تھوڑی سی تفصیل بتا دی جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

خانہ کعبہ کے دروازے کی دہلیز تقریباً سوا چھ (۲۵۔۶) فٹ اونچی ہے۔ اس طرح لکڑی کی سیڑھی کا ایک زینہ ۱۲۵۔۶ انچ اونچا تھا۔ زینوں کے دونوں اطراف میں ریلنگ لگائی گئی اور سیڑھی کے دونوں اطراف میں Panel پر اللہ اکبر کندہ (Carved) کیا گیا۔ یہ ڈیزائن بنا کر انہیں دکھایا گیا تو اسے انہوں نے بہت پسند کیا اور کہنے لگے کہ اس سے اچھا ڈیزائن ان کی نظروں سے نہیں گزرا۔ یہ سارے ڈیزائن جمع ہو کر ایک کتاب کی صورت اختیار کر گئے۔ میں نے ان سب کی تین فوٹو نقلیں تیار کرا کر رکھ لیں۔ جب یہ ڈیزائن عبداللہ بن عبدالجبیر کو دکھائے گئے تو انہیں یہ بہت پسند آئے اور کہا کہ آپ کا کام مکمل ہو گیا ہے اور یہ سارے کا سارا کام بہت اچھا ہے۔

انہوں نے خانہ کعبہ کا غلاف چڑھاتے وقت مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب خانہ کعبہ کا پرانا غلاف اتارا اور نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو ایسا کرتے ہوئے بعض اوقات کاریگر گر جاتے ہیں۔ چونکہ وہ ایک رسے کی مدد سے اوپر چڑھتے ہیں اور سلائی کا کام کرتے کرتے بعض اوقات گر پڑتے ہیں۔ (غلاف کے ہر کونے پر سلائی ہاتھ سے ہوتی ہے) یاد رہے کہ خانہ کعبہ کی بلندی تقریباً چالیس فٹ ہے۔ پھر مطعف میں ہر وقت طواف ہوتا رہتا ہے۔ تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی وہ پتھر از خود اونچا اور پست ہو جاتا تھا۔ اس پتھر کی طرح کی کوئی لفٹ بن جائے جسے بوقت ضرورت اونچا اور نیچا کیا جا سکے تاکہ غلاف پر کام کرنے والے لوگ بے دھڑک کام کر سکیں اور گرنے کا کوئی

خدشہ نہ رہے اور محفوظ طریقے سے کام بغیر کسی دشواری کے جاری رہ سکے۔ چنانچہ میں نے یہ ساری صورتحال سمجھتے ہوئے ایک ایسی لفٹ ڈیزائن کی جس کی ساخت اس طرح تھی کہ اس کے نیچے چار ویل (WHEEL) اس پر ایک ٹرالی اور اس کے اوپر ایک (HYDROLIC LIFT) تھی اور سب سے اوپر ایک جھولا (CRADLE) بنایا گیا تھا جس پر آدمی باسانی کھڑا ہو سکے۔ اس کا ڈیزائن بھی بہت پسند آیا۔

اجازت نامہ اور اس کے حصول میں حائل مشکلات:

یہ سارا کام بتدریج مرحلوں میں مکمل ہو گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ جو آپ نے ڈیزائن تیار کئے ہیں انہیں آپ ہمارے پاس چھوڑ جائیں ان پر عمل درآمد (Executuion) کا کام ہم جرمن کاریگروں سے کروالیں گے۔ باقی آپ نے جو محنت کی ہے اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ ہم فرنیچر بنانے کا کاروبار کرتے ہیں اور پاکستان میں ہمارا ایک چھوٹا سا کارخانہ ہے۔ ہم نجار پیشہ لوگ ہیں۔ اگر آپ ہم کو موقع دیں تو ہم ڈیزائن کے مطابق تمام کام تیار کر کے پاکستان سے یہاں لے آئیں گے۔ وہ کہنے لگے کہ اس کام کی اجازت دینے کے مجاز شاہ فیصل ہیں اور وہ کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ بڑے بڑے بادشاہ امراء و رؤساء یہاں آتے ہیں مگر کسی کو اجازت نہیں کہ وہ کوئی کام اپنی مرضی سے کروا سکے۔ اگر کوئی سامان بھیجتا بھی ہے تو وہ بندرگاہ پر دھرا رہ جاتا ہے اور یہاں پہنچ نہیں پاتا۔ اس لئے کہ اجازت ہی نہیں کہ کوئی کچھ کر سکے۔ اس بات سے مجھے غم و حزن کی کیفیت میں گھیر لیا کہ یہ موقع تو نیک اور پارسا لوگوں کو ملتا ہے ہم گنہگاروں کو یہ نصیب کہاں کہ اللہ کے گھر کے لئے کچھ کر سکیں اس غم انگیز کیفیت میں میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ شاہ فیصل سعودی

عرب کے فرمانروا اور بہت بڑے امیر ہیں اور اگر یہ ساری توفیق امارت پر ہی منحصر ہے تو وہ حطیم پر چھت کیوں نہیں ڈال لیتے۔ وہ حرم کعبہ کی اتنی شاندار عمارت تعمیر کروا رہے ہیں تو وہ یہ کام بھی کروالیں انہیں کون روک سکتا ہے۔

جب میں نے یہ بات مولانا شریف صاحب کی وساطت سے جناب عبداللہ بن عبدالحمیر کو بتائی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور شدت جذبات سے رو پڑے۔ کہنے لگے کہ اس نے بڑے کمال کی بات کی ہے۔ پھر انہوں نے وہاں بیٹھے بیٹھے شاہ فیصل کو ٹیلی فون کیا اور ساری بات بتاتے ہوئے کہا کہ پاکستان سے ایک آدمی آیا ہے جس نے وہ کام ڈیزائن کیے ہیں جو واقعی بہت ضروری اور اہم تھے۔ کعبۃ اللہ کے لئے بک شیلف اور مکتبہ الحرم اور دارالحدیث کے لئے جو ڈیزائن مرتب کیے ہیں ان کا ایک کتابچہ بن گیا ہے اور ان چیزوں کی واقعتاً اشد ضرورت ہے۔ یہ صاحب پاکستان میں فرنیچر بنانے کا کاروبار کرتے ہیں اور اس بات کے شدید خواہش مند ہیں۔ کہ انہیں ڈیزائن کردہ چیزیں بنانے کی اجازت دی جائے۔ جناب شاہ فیصل صاحب عبداللہ بن عبدالحمیر صاحب کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی کوئی بات نہ ٹالتے تھے۔ موصوف گو نابینا تھے لیکن بڑے صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ ان کی بات سن کر جناب شاہ فیصل کہنے لگے کہ یہ اللہ کے گھر کا کام ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی اجازت مجھے ہے اتنی ہی ان کو بھی ہے لہٰذا میری طرف سے انہیں کھلی اجازت ہے کہ جس طرح چاہیں اس کام کو سرانجام دیں اس سے تھوڑی دیر بعد عربی میں تحریر شدہ اجازت نامہ مجھے بھجوا دیا گیا۔ اجازت نامہ ملنے سے ہمیں اتنی خوشی ہوئی گویا ساری دنیا کی دولت مل گئی ایک مسرت وانبساط کی کیفیت ہم پر طاری ہو گئی۔ حج کا زمانہ اپنے اختتام کو پہنچا تو ہم پاکستان واپس آ گئے۔ اپنے دوست واحباب کو اپنے اس عظیم کارنامے سے آگاہ کیا تو وہ سب بہت خوش ہوئے

۔ ہم ۱۹۶۹ء کو واپس آئے اور اس کام کو تکمیل کے مراحل تک پہنچنے میں پورا ایک سال لگ گیا۔

پاسپورٹ اور ویزے کا حصول:

۱۹۷۰ء میں کام مکمل ہوا تو ہمیں پاسپورٹ کی ضرورت پیش آئی اور اس پر ویزا بھی لگوانا تھا۔ دن گزرتے چلے گئے اور حج کا زمانہ قریب آگیا ۔ ویزے کے لئے درخواست گزاری تو بہت مشکلات پیش آئیں اور اس ہفت خواں سر کرنے میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ ادھر ہماری حکومت کے ارباب بست و کشاد کو پتہ چلا تو ■ سمجھنے لگے کہ ہم کوئی فراڈ کرنے جارہے ہیں اور نہ جانے ہم سامان کے ساتھ کیا کیا خلاف ضابطہ چیزیں کریٹوں میں بھر کر لے جانے والے ہیں جس سے ملک کی بڑی بدنامی ہو گی لہذا بہتر یہی ہے کہ اس سامان کو نہ جانے دیا جائے اور نہ ہی وہ خود جانے پائیں۔۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے پیچھے سی آئی ڈی (CID) لگا دی اور انٹیلی جنس کے بندے سائے کی طرح ہمارا پیچھا کرنے لگے۔ ایک دن پاسپورٹ حاصل کرنے کے ارادہ سے اسلام آباد جانا ہوا تو اس دفتر میں ایک بہت بڑے افسر سے اچانک ہمارا آمنا سامنا ہو گیا۔ وہ کہنے لگا آپ کو یہاں کیا کام ہے۔ آفیسر موصوف ہمارا برسوں کا شناسا نکلا۔ ہمیں وہ اپنے دفتر میں لے گیا چائے سے تواضع کی آنے کا مقصد دریافت کیا۔ انہوں نے اپنے ملازم کو بلایا اور اسے اس تاکید کے ساتھ پاسپورٹ دیا کہ اس پر سعودی عرب کا ویزا لگوا کر لے آئے۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر بعد ویزا لگوا کر لے آیا۔ ہم اس بروقت غیبی مدد کے لئے اللہ کے حضور سراپا تشکر تھے۔ سچی بات ہے کہ ہم اس افسر کو پہچان نہ سکے تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ نے تو ہمیں نہیں پہچانا لیکن میں نے پہچان لیا ہے۔ ہم دونوں کچھ عرصہ اکٹھے پڑھتے رہے ہیں اس پر ہمیں بے حد خوشی ہوئی۔

کراچی جاکر اپنے برادر محترم حاجی محمد حسین صاحب سے ملا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنا پاسپورٹ ویزے کے لئے ایمبیسی کو دیا تھا مگر انہوں نے پاسپورٹ ہی گم کر دیا ہے۔ ایمبیسی میں تعینات ایک افسر سے ملے اور کہا کہ ہم نے حج پر جانا ہے اور یہ سامان بھی ساتھ لے جانا ہے چونکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ آپ اس سلسلے میں ہماری اعانت کریں سامان لے جانے کے سلسلہ میں ہم نے پان اسلامک PAN ISLAMIC والوں سے بات کرلی ہے۔ وہ ہمارا سامان لے جانے کے لئے آمادہ ہیں۔

ہمارے ساتھ جانے والے سامان کے تقریباً چالیس کریٹ تھے جن پر "وقف للہ الحرم المکی" کے الفاظ بحروف جلی چسپاں کئے گئے تھے۔ یہ سارے کریٹ ٹرکوں میں لاد کر کراچی بندرگاہ پہنچائے گئے اور انہیں اس جہاز میں لوڈ (LOAD) کر دیا جس پر حجاج کرام نے جانا تھا۔

افسر موصوف اس مسئلے سے جو ہمیں درپیش تھا' آگاہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ آپ فکر نہ کریں میں ابھی آپ کا ویزا لگائے دیتا ہوں اس نے ضروری رسمی کاروائی کے بعد ویزا ہمارے ہاتھ میں تھما دیا جسے لے کر ہم جہاز میں سوار ہو گئے۔

جہاز میں سوار ہونے سے پہلے چیکنگ کرنے والے عملے نے ہماری خوب تلاشی لی اور ہمارے سامان کو ٹھوک بجا کر چیک کیا۔ پھر جب ان کی تسلی ہو گئی تو انہوں نے سامان کلیئر (CLEAR) ہونے کا مژدہ جانفزا دے دیا اور جہاز سوئے ارض حرم روانہ ہو گیا۔

خانہ کعبہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ خانہ کعبہ کے نیچے خلئے بنے ہوئے تھے۔ جن

میں قالین بچھے ہوئے تھے اور آب زم زم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ایک خلیہ ہم کو بھی دے دیا گیا فارغ ہو کر ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور سامان لینے کے لئے عازم جدہ ہوئے۔ حاجی شریف صاحب نے ایک آدمی ہمارے ہمراہ روانہ کر دیا ہم جمرک گئے اور وہاں اپنا سامان تلاش کرنے لگے لیکن تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں سامان کا کوئی سراغ نہ ملا۔ نہ جانے انہوں نے یہ کہاں رکھا ہوا تھا۔ ہمارے یکے بعد دیگرے کئی چکر لگے اور اس اثناء میں حج کے ایام قریب آ گئے۔ ہم نے مناسک حج ادا کئے اور فارغ ہوتے ہی دوبارہ سامان کی تلاش کا کام شروع کیا۔

سامان کی بازیابی :

کافی تگ و دو کے بعد ایک جگہ ہمیں سامان مل گیا۔ متعلقہ عملے نے ہمیں بتایا کہ یہ سامان دو حصوں میں آیا ہے۔ جہاز لنگر انداز ہوا تو وقت کم ہونے کی وجہ سے عملے نے کچھ سامان اتار لیا اور باقی جہاز میں رہنے دیا۔ پھر جب جہاز واپس آیا تو باقی ماندہ سامان اتار ا گیا۔ وہ معترض ہوئے کہ آپ کے پاس کاغذات (DOCUMENTS) ایک ہی ہیں مگر لینڈنگ (LANDING) کے سلسلے میں دو طرح کے کاغذات درکار ہیں ۔اس طرح اس کاروائی میں تکنیکی پیچیدگی رہ گئی ہے جسے دور کرنا باقی ہے۔

سامان کی کلیئرنس کا مرحلہ :

سامان مل گیا تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ اس کی کلیئرنس کر دی جائے ۔وہ کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اتنے زیادہ سامان کو اتنی جلد کلیئر کر دیں۔ نہ جانے آپ ان کریٹوں میں کیا کچھ بھر کر لے آئے ہیں۔ لوگ تو آج کل قرآن کو بھی نہیں بخشتے اور کیا کیا کچھ اس مین بھر کر لے آتے ہیں۔ آپ تو ۴۰ کریٹ یعنی ۱۸ ٹن سامان

لے کر آئے ہیں۔ کون جانے کہ اس میں کتنی ناجائز اور خلاف قانون اشیاء شامل ہوں گی۔ اتنے زیادہ سامان کی چیکنگ کوئی آسان کام ہے؟ ہمارا کام تو حسب ضابطہ زیادہ سے زیادہ دس فیصد (۱۰%) سامان چیک کرنا ہوتا ہے۔ ہم تو چالیس میں سے صرف چار کریٹ دیکھیں گے۔ اگر ان میں سے کچھ برآمد نہ ہوا اور باقی میں سے کوئی خلاف ضابطہ چیز نکل آئی تو پھر کیا ہوگا یہ تو سراسر بے انصافی کی بات ہوگی۔

سو فیصد چیکنگ کی دعوت:

اس پر ہم نے کہا کہ آپ شک وشبہ دور کرنے کے لئے ہمارے سامان کی سو فیصد چیکنگ کرلیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ہم سے ایک کاغذ پر دستخط کرالئے اور چیکنگ کا سلسلہ شروع کردیا۔ وہ ایک کریٹ کھولتے تو میں انہیں پیشگی بتادیتا کہ اس میں فلاں فلاں چیزیں ہیں۔ میں اس سامان کی ڈرائینگ بھی انہیں دکھادیتا۔ وہ سامان کو بغور دیکھتے سونگھتے اور اس کی کلئیرنس دے دیتے۔ سیڑھی والا کریٹ بہت بڑا تھا۔ اور اس کا بھی ڈیزائن ہمارے پاس۔ اس کے لئے شاہ فیصل کی طرف سے کوئی خاص اجازت نامہ تو نہیں تھا اس کے بارے میں ہمیں جناب امین شعبانی صاحب نے محض زبانی کہا تھا۔ کریٹ کو کھولا گیا تو اس پر اللہ اکبر کے الفاظ کندہ پائے گئے۔ جب انہوں نے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ واقعی سیڑھی ہی ہے اور ان کی تسلی ہوگئی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کو بڑی زحمت دی ہے اس کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ اب آپ آرام سے بیٹھ جائیں ہم آپ کو کلئیرنس بھی دے دیں گے اور اس سامان کی دوبارہ پیکنگ (REPACKING) بھی خود کروائیں گے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ ان دنوں جب ہم سامان کی تلاش میں روز چکر پہ چکر لگا رہے تھے ایک دن جمرک کے مدیر اعلیٰ ہمیں متجسس نگاہوں

سے دیکھنے لگے اور پوچھا کیا معاملہ ہے آپ کو کیا پریشانی لاحق ہے؟ ہم نے اسے اپنے مسئلے سے آگاہ کیا اور کہا کہ کراچی سے اس نوعیت کا سامان آیا ہے آپ اس کی کلئیرنس کے سلسلے میں ہماری معاونت فرمائیں۔ اس نے کچھ فیس ادا کرنے کے لئے کہا جو ہم نے دے دی۔ اس نے ہمیں ایک ایجنٹ کے حوالے کیا مگر وہ کسی اور کام میں اتنا مصروف ہو گیا کہ مزید دو دن ہمیں انتظار کرنا پڑا۔ ہم اس وقت سخت پریشان تھے ابھی تک سامان بھی نہیں ملا تھا اور یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ کیا کرنا ہے۔ باوجود مدیر اعلیٰ کی واضح ہدایت کے وکیل (ایجنٹ) ہمارے لئے کچھ بھی کر نہ پایا تھا اور سامان کی کلئیرنس کا معاملہ درمیان میں لٹکا ہوا تھا۔

جب مدیر اعلیٰ نے ہمیں گومگو کی کیفیت میں چکر لگاتے دیکھا تو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا ابھی تک آپ کا کام نہیں ہوا؟ ہم نے کہا کہ وہ آدمی (ایجنٹ) تو کسی اور کام میں مصروف ہے اور معاملہ ابھی تک جوں کا توں ہے۔ اس نے ایجنٹ کو بلا کر ڈانٹ پلائی اور کہا کہ اگر ان کا مال ابھی کلئیر نہ ہوا تو میں اس پیپر ویٹ سے تمہارا سر کھول دوں گا۔ وہ گیا اور سارا مال بلا تاخیر کلئیر کروا دیا۔ ہم نے کسٹم ادا کرنے کے بعد سامان چیک کیا تو ایک کریٹ کے کونے سے ایک "لٹو" باہر نکلا ہوا تھا اور وہ ذرا سی حرکت (JERK) سے لڑھک کر باہر گر سکتا تھا۔ ہمیں فکر ہوئی اگر ان لٹوؤں سے جو کافی تعداد میں تھے اور سیڑھی کے پایوں (POSTS) کے درمیان لگانے کے لئے بنائے گئے تھے، کوئی ضائع ہو گیا تو وہ یہاں سے نہ مل سکیں گے اور سیڑھی تیار کرنے میں سخت دشواری پیش آئیگی۔ ہماری پریشانی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ کریٹ ایک طرف سے ٹوٹا ہوا تھا اور ایک لٹو سامنے کی طرف لڑھکتا نظر آرہا ہے۔ میں نے اس باہر نکلتے ہوئے لٹو کو دبا کر دوبارہ اندر کر دیا تاکہ کم از کم یہ تو گم ہونے سے بچ سکے۔ کسٹم کے عملے سے سارا سامان کھول کر

چیکنگ کرائی۔ جب وہ سامان اچھی طرح چیک کر چکے تو انہوں نے اپنے بندے بلائے اور سارے سامان کو اچھی طرح پیک کر کے ٹرک میں لوڈ کروادیا۔

اب سارا اسٹاف ہمارے لئے عزت اور محبت کے جذبات رکھتا تھا دم رخصت انہوں نے ہمیں بڑی دعائیں دیں۔ انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ انہیں پہلے غلط فہمی ہو گئی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ہم کوئی دھوکہ باز قسم کے لوگ ہیں جو کسی غلط دھندے میں ملوث ہیں لیکن اب ان کی تسلی ہو گئی تھی اور وہ ہماری لئے سراپا ادب واحترام تھے۔ سامان دو ٹرکوں میں لوڈ کیا گیا تھا۔ ایک ٹرک پر میں اور دوسرے پر حاجی محمد حسین صاحب بیٹھ گئے اور دونوں ٹرکوں کے ساتھ عین خانہ کعبہ کے سامنے پہنچ گئے۔ ابھی صبح کا جھٹپٹا وقت تھا۔ جناب امام طٰہٰ کو ہماری آمد کا پتہ چلا تو وہ کہنے لگے کہ صبح صادق ہونے کے قریب ہے اور بہت سارے حجاج کرام کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد خاصا رش ہو جائے گا میں نے امام صاحب کو بتائے بغیر چالیس کے چالیس کریٹ بغیر کسی کرین (CRANE) کی مدد سے نیچے اتار دیئے۔ اس سامان کو لوڈ تو کرین سے کیا گیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال تھی کہ میں نے یہ وزنی کریٹ خود ہی نیچے اتار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت دی اور کریٹ چاہے کتنا ہی بھاری کیوں نہ ہوتا میں اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ لگاتا تو وہ بھاری بھر کم کریٹ اوپر اٹھ جاتا لوگ مجھے حیرت سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ کوئی بندہ ہے یا جن؟ میں نے تھوڑے ہی وقت میں سارا سامان اتار لیا۔ ٹرک سامان سے خالی ہو گئے تو کرایہ سامان ادا کر کے انہیں رخصت کر دیا۔

اتنے میں امام کعبہ ادھر آئے اور کہا کہ یہ سامان آپ نے ادھر اتار کر بڑا غلط کام کیا ہے۔ اس سامان کو یہاں نہیں اتارنا چاہیے تھا اب بھی یہی بہتر ہے کہ آپ اسے میری مسجد میں لے جائیں۔ اس اثناء میں بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ ہم نے کہا

کہ یہ کام ہم کرنے سے رہے۔ اس سامان کو پہلے ہی بڑی مشکل سے یہاں لے کر آئے ہیں۔ اب یہ یہیں رہے گا۔ ہم یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں اور یہ سامان حرم پاک کے لئے وقف ہے۔

شیخ طہٰ کی ناراضگی نے ہمیں دل گرفتہ کر دیا تھا۔ حاجی محمد حسین کہنے لگے کہ ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جائیں گے حرم کا طواف کرنا اور اللہ کی عبادت میں محو رہنا ہمارا مدعائے مقصود ہے۔ اس کے سوا ہمارا اور کوئی کام نہیں لیکن شیخ صاحب کے رویئے سے ہمیں بڑا دکھ ہوا ہے اور ہم بہت آزردہ ہو گئے ہیں۔ ہم رو رو کر اللہ سے دعائیں اور التجائیں کرنے لگے کہ اے مولا ہماری مشکل آسان کر اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم یہ سامان ہدیۃً تیرے حرم پاک کے اندر داخل کر سکیں اور ہماری دل کی آرزو پوری ہو جائے۔

جب شیخ طہٰ نے ہماری اس آہ وزاری اور رقت قلبی کو دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے ہمیں بلا کر کہا کہ میں آپ کو کچھ نہیں کہتا میں جا رہا ہوں آپ کا معاملہ چونکہ اللہ کے ساتھ ہے آپ جس طرح چاہیں کریں۔ شیخ یہ کہہ کر چلے گئے اور ہم نے وہ سارا سامان داخل حرم کر دیا۔ ہمیں سامان اٹھاتے دیکھ کر کچھ زائرین بھی ہماری مدد کو آ گئے اور انہوں نے ہمارے ساتھ مل کر سامان حرم کے اندر داخل کرنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا اور چالیس کریٹ کا سامان تھوڑے سے وقت میں اندر رکھ دیا گیا۔ کچھ کریٹ جو چھوٹے تھے انہیں اسی طرح نیچے تہہ خانے میں اتار دیا گیا۔ حاجی محمد حسین صاحب نے تجویز پیش کی کہ بہتر ہے کہ کچھ سامان جوڑ بھی دیں چنانچہ حاجی شفیع صاحب سے کچھ اوزار ادھار لے کر کام میں جٹ گئے۔ میں کریٹ آری سے کاٹ کاٹ کر سامان کھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آری میری انگلی پر

لگ گئی اور کافی بڑا زخم ہو گیا۔

ایک اور کریٹ کھولنے کے لئے نیچے ہاتھ مارا تو ایک بہت بڑا کیل میری ہتھیلی کے پار ہو گیا۔ اسے زور لگا کر باہر نکالا تو خون کا فوارہ سا پھوٹ پڑا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے دبا کر خون بہنے سے روک دیا۔ حاجی محمد حسین نے پوچھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس ہاتھ میں کیل لگ گیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ تم اپنے خلئے میں جاؤ اور آب زم زم سے زخم کو دھو ڈالو اور آرام کرو میں اپنے خلئے کی طرف جاتے ہوئے راستے میں سوچنے لگا کہ شاید مجھے کسی غلطی کی سزا ملی ہے۔ دائیں ہاتھ میں کیل اور بائیں ہاتھ میں آری لگ گئی ہے اور دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں۔ میں نے دعا مانگنی شروع کی کہ اے مولا تو بہت کریم اور معاف کرنے والا ہے۔ مجھے معاف فرما دے اور اس تکلیف سے نجات دلا دے۔ اس لئے کہ معاف کرنا اور لطف و کرم سے نوازنا تیری کریمانہ عادت ہے۔ میں دعا مانگتا اور توبہ استغفار کرتا اپنے خلئے میں گیا اور وہاں آب زم زم سے اپنے ہاتھوں کو دھویا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دونوں ہاتھوں پر کوئی زخم نہ تھا اور کوئی داغ اور خون کا دھبہ تک نہ رہا تھا۔ میں اسی طرح کھلے ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ حرم شریف میں آ گیا وہاں محترم حاجی صاحب نے پوچھا کیا بات ہے آپ تو اپنے خلئے میں آرام کے لئے گئے تھے؟ میں نے کہا کہ اب سب ٹھیک ہے۔ زخم وغیرہ کا نشان تک نہیں وہ کہنے لگے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے یہاں سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ہم دونوں پھر کام میں لگ گئے اور بعجلت تمام چیزوں کو اسمبل (ASSEMBLE) کرنا یعنی جوڑنا شروع کر دیا اور ظہر کی نماز سے پہلے کافی کام مکمل کر لیا۔ سامان کو جو کہ آئل فنش (OIL FINISH) کیا ہوا تھا اور جس پر WAX لگا ہوا

تھا ہم جوڑتے اور صاف کرتے جاتے تھے۔ فرنیچر بہت خوبصورت اور دلکش تھا۔ لوگ دیکھتے اور حیران رہ جاتے۔۔ وہ اسے سونگھتے تو انہیں گمان ہوتا کہ شاید آبنوس کا بنا ہوا ہے۔ اس پر لگا ہوا تیل بہت خوشبودار تھا اور اس کا ڈیزائن سکینڈے نیوین (SCANDAVIAN) تھا اس لئے خاصا جاذب النظر تھا۔

حفاظت کے لئے شرطے :

ایک بات ہمارے مشاہدے میں آئی اور ہم نے خاص طور پر نوٹ کی وہ یہ کہ جب بھی زائرین ہماری طرف ہجوم کرتے سرکاری آدمی ڈنڈوں سے انہیں کنٹرول کرنے کے لئے آجاتے۔ جب ہم کام سے فارغ ہوئے تو ایک شرطہ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شیخ عبداللہ بن عبدالحمید نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میرے ساتھ ۱۶ کے لگ بھگ آدمی ہیں جو آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ آپ کے سامان میں سے کوئی چیز گم نہ ہوگی اور نہ ہی کسی چیز کی چوری کا خدشہ ہے۔ آپ بے فکر ہو کر اپنا کام کرتے رہیں ہم آپ کے محافظ ہیں۔ اس سے ہمارے حوصلے بلند ہو گئے اور شیخ طہٰ والا فکر بھی دور ہو گیا کہ اب ہمارے کام میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی جائے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ شیخ صاحب نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ آپ بے پرواہ ہو کر اپنا کام جاری رکھیں کوئی مولوی آپ کی راہ میں حائل نہیں ہوگا

چند خوبصورت یادیں :

ہمارا ہاتھ بٹانے کے لئے حاجی شفیع صاحب نے دو مددگار (HELPER) محمد اور عبدالقادر بھیجے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بڑی محنت اور جانفشانی

سے ہمارے کام میں مدد دے رہے تھے ان کے علاوہ ایک ابراہیم نامی شخص جو حج کے لئے آیا ہوا تھا وہ بھی کام میں ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔

جو کام ہمارے سپرد تھا اس میں مقررین وواعظین کے لئے چھتیس منبر تعمیر کرنا' بک شیلف اور رحلوں کے بنانے کا کام بھی شامل تھا۔ ان کے علاوہ مکتبہ الحرم کے لئے بک شیلف بھی بنانی تھی۔

امام الحرم شیخ محمد بن عبداللہ بن سبیل بڑے خلیق اور پیارے آدمی تھے وہ اکثر ہماری حوصلہ افزائی کرتے رہتے۔ بہت شیریں کلام اور خوش الحان تھے دوران نماز قرآن حکیم کی قرات' اتنے دلنشیں انداز میں کرتے کہ دل اور روح وجد میں آجاتے۔ ان سے ہماری دوستی ہو گئی تھی ان کے لئے بھی ہم نے بہت سا کام کیا۔ ان کے مکتبہ کے لئے بک شیلف اور کرسیاں مکمل کر کے ہم نے ان کے گھر رکھوادیں۔

ایک اور پیاری شخصیت حافظ فتحی کی تھی۔ وہ نابینا تھے اور حرم میں ہی رہتے تھے وہ بے حد تعاون کرتے۔ ان کی موجودگی ہمارے لئے حوصلے اور طمانیت کا باعث تھی ان کی یادداشت بہت زبردست تھی۔ جب ہم چار سال قبل حج کے لئے گئے تو ان سے تعارف ہوا۔ اگلے سال حج پر آئے اور مصافحہ کیا تو فوراً پہچان گئے اور نام لے کر کہا آپ حاجی بشیر صاحب ہیں آپ کب آئے؟

حافظ فتحی کے ساتھ ایک اور صاحب مولانا عبدالوکیل بھی تھے۔ ہر نئی طبع شدہ کتاب کا ایک نسخہ انہیں ضرور ملتا۔ مولانا عبدالوکیل' بدیع الدین اور پیر جھنڈا بڑے عالم فاضل لوگ تھے۔ کتابوں کے بڑے شیدائی اور مطالعے کا گہرا ذوق رکھتے تھے۔ وہ اپنی دھن میں کتابیں پڑھتے جاتے اور حافظ فتحی ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہتے۔ بلا کا حافظہ تھا جو سنتے انہیں یاد ہو جاتا جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ

مسئلہ فلاں کتاب میں فلاں جگہ بیان کیا گیا ہے۔ حافظ صاحب کا مکان حرم شریف کے قریب ہی تھا۔ ان کا اپنا ایک مکتبہ بھی تھا جس میں انہوں نے کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ جمع کیا ہوا تھا۔ ایک دن ہمیں کہنے لگے کہ یہ سعودی لوگ چاہتے ہیں کہ میں یہ کتابیں بیچ ڈالوں مگر ایسا نہیں کروں گا۔ میں یہ کتب وقف کر کے جاؤں گا۔ ایک دن انہوں نے ہمیں اپنا کتب خانہ دکھانے کی دعوت دی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ میں آپ کو اکیلے ہی لے کر جاؤں گا۔

مولانا عبدالوکیل کے والد بزرگوار نے ہمیں دعوت دی کہ صبح ناشتہ ہمارے ساتھ کریں۔ ہم ان کے گھر گئے تو وہاں حافظ فتحی بھی تھے ہم جہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کا کتب خانہ تھا جو بہت بڑا تھا اور اس کا وسیع و عریض فرش قالینوں سے مزین تھا۔ حافظ صاحب مولانا عبدالوکیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ مولانا اگر میں بتادوں کہ فلاں کتاب کہاں پڑی ہوئی ہے تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ مولانا نے کہا "ایک ریال" وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور کہا کہ ریال عبدالوکیل کو پکڑا دو۔ شیلف کو چھوا تو ترتیب بدلی ہوئی پائی۔ اس کے باوجود انہوں نے وہ کتاب ڈھونڈ نکالی اور شرط میں ریال جیت لیا۔ ہم نے کہا معاوضہ تو بہت کم ہے اور کام بہت بڑا۔ مولانا نے بے ساختگی سے کہا کہ یہ ایک ایک کر کے سارے ریال جیت جائیں گے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کتابیں ڈھونڈنے میں کبھی ناکام ہو جائیں ان کی یادداشت اتنی تیز ہے کہ کتاب کا حوالہ اور اس کا صفحہ بھی بتادیں گے بلکہ صفحہ کے ساتھ سطر بھی بتادیں گے۔ ہم بہت متاثر ہوئے ان کی صحبت میں اکثر بیٹھا کرتے۔ وہ واقعی بڑے نیک اور پارسا آدمی تھے۔

ان کے ساتھ نشست کے دوران ہم نے ان سے کئی مسائل خصوصی طور پر اختلافی نوعیت کے مسائل بھی پوچھے۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسلام

ایک ایسا مذہب ہے جس میں وسیع القلبی ہے اور تعصب نام کی کوئی چیز اس میں موجود نہیں بلکہ کہنے لگے کہ "اگر اسلام میں تعصب کو شامل کر دیا جائے تو پھر وہ اسلام نہیں رہتا"۔ تعصب سے ان کی مراد اپنی مرضی کا اسلام تھا۔ کہتے تھے کہ جن لوگوں نے اختلافی اور نزاعی مسائل کھڑے کئے ہیں وہ ایسے گمراہ مسلمان ہیں جو فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ حافظ فتحی کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ نسلاً پاکستانی تھے۔ بچپن ہی میں سعودی عرب چلے آئے تھے اور حرم پاک کو ہی اپنا گھر بنالیا تھا۔ بڑی شستہ اردو بولتے عربی پر انہیں کامل عبور حاصل تھا انہوں نے اپنی بنیادی تعلیم حرم شریف ہی میں حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے جامعہ ازہر چلے گئے تھے اور وہاں ہی سے فارغ التحصیل ہوئے۔

ایک دن حافظ صاحب ہمیں اپنا کتب خانہ دکھانے لے گئے جو بہت خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ تھا۔ وہاں قاری ناصر صاحب معلم تھے جن کے بارے میں حاجی محمد حسین صاحب نے بتایا کہ ان کا بیٹا غلاف کعبہ بنانے والی فیکٹری میں کام کرتا ہے حاجی صاحب نے کہا کہ اسے کہتے ہیں کہ وہ ہمیں غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا لا دے۔ میں نے ان سے اتفاق کیا اور کہا کہ جب ہم یہاں سے فارغ ہوں گے تو کہیں گے اور ان کا کوئی ہدیہ وغیرہ بھی دیں گے۔

خانہ کعبہ کی سیڑھی کے ضمن میں شیخ امین شعبی صاحب سے ملاقات:

اسی دن کا واقعہ ہے کہ ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ شیخ امین شعبی صاحب آ رہے ہیں۔ شیخ امین شعبی صاحب کے بارے میں یہ بات قابل ذکر

ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے کلید بردار ہیں۔ ان سے ملنا بڑے اعزاز کی بات تھی۔ وہ آج خود ہم سے ملنے آرہے تھے۔ ہم نے وہ سیڑھی جو خانہ کعبہ میں لگانی مقصود تھی جو تو رکھی تھی۔ شیخ امین شعیبی صاحب ہم سے بڑے پرتپاک طریقے سے ملے۔ وہ اپنے ساتھ کاغذ میں پیک کئے ہوئے تین تحائف لائے تھے جو انہوں نے ہمیں دے دیئے۔ ایک میرے لئے دوسرا حاجی محمد حسین اور تیسرا حاجی شفیع کے لئے۔ حاجی صاحب کہنے لگے کہ آج ہم انہی کو یاد کر رہے تھے اور جیسا کہ کسی نے کہا ہے "دل را بہ دل رہے ست" وہ آہی گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنے بڑے انعام سے نوازا ہے۔ شیخ امین شعیبی صاحب سیڑھی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسے ہاتھ لگاتے اور مسرور ہوئے جاتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب اسے خانہ کعبہ کے ساتھ لگا دیں ہم جو رکن یمانی کی طرف تھے اور کام کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی زیارت بھی کرتے جاتے تھے سیڑھی کو وہ صفا کی جانب سے خانہ کعبہ کے قریب لائے۔ سیڑھی لگاتے ہوئے ایک فکر ہمارے دامنگیر ہوئی کہ خانہ کعبہ کے ساتھ لگاتے ہوئے کہیں اس کا اوپر والا حصہ کعبہ کے ساتھ نہ ٹکرا جائے اور مبادا کعبہ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ حاجی صاحب نے اس اندیشے کا مجھ سے اظہار کیا تو میں نے یہ کہہ کر ان کی تسلی کی کہ ایسا نہیں ہوگا۔ سیڑھی کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ وہ کعبہ کی دہلیز سے ایک آدھ انچ پیچھے ختم ہو جائے گی اور اس کا دہلیز سے ٹکرانے کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ میں نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ کعبۃ اللہ کی دیوار کے سلوپ کے ساتھ ربڑ کا ویل جا کر رک جائے گا اور سیڑھی جو بڑے بڑے ویلوں پر کھڑی کی گئی ہے وہ ہمواری کے ساتھ نصب کی جائے گی۔ حاجی صاحب موصوف کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ پھر بھی کعبۃ اللہ کے ساتھ لگاتے ہوئے احتیاط سے کام لیا جائے اور بہتر ہے کہ سیڑھی جب کعبۃ اللہ کے قریب پہنچے تو اس کے آگے ہاتھ رکھ لیا جائے تا کہ ٹکرانے

جانے کا خطرہ بھی باقی نہ رہے۔

جب ہم سیڑھی خانہ کعبہ کی طرف بڑھا رہے تھے تو کعبہ کا طواف جاری تھا۔ بہت خوبصورت منظر تھا۔ مقدس سیڑھی طواف کعبہ کے سائے میں لگائی جا رہی تھی۔ سیڑھی لگنے کی دیر تھی کہ شیخ امین شعبی صاحب حاجی محمد حسین اور میں سیڑھی پر چڑھنے لگے۔ اور اس کے ساتھ طواف رک گیا۔ شرطے سیڑھی کے آگے کھڑے رہے۔ تاکہ گرد و نواح کے لوگوں کو سیڑھی پر چڑھنے سے باز رکھا جا سکے۔ ہم کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوئے اور شکرانے کے نوافل ادا کیے۔ امت مسلمہ اور پاکستان کی بقاء اور خوشحالی کے لئے عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں۔ دعاؤں کے بعد ہم حرم کعبہ سے باہر آ گئے۔ سیڑھی اتاری گئی دم رخصت شیخ امین شعبی صاحب ہمیں شام کے کھانے کی دعوت دے گئے۔

بقیہ ایام کا احوال:

پھر ایسا ہوا کہ ہمارے پاس زاد سفر کے طور پر رکھی ہوئی رقم ختم ہو گئی۔ ہم نے اپنی اس بے سروسامانی کی کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ ہمارا روزمرہ کا معمول یہ تھا کہ صبح نو دس بجے قہوے کا ایک گلاس کام سے وقت نکال کر لے آتے جس میں سے آدھا میں اور آدھا حاجی محمد حسین صاحب نوش جان کر لیتے اور اس پر کفایت کر لیتے۔ اس طرح ہمارا وقت گزر رہا تھا۔ جمعہ میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ ہم آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دو تین دن کی بات ہے حاجی شفیع صاحب جو ہماری معاونت کرتے تھے آ جائیں گے تو ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ حاجی شفیع ہمارے مالی معاون تھے وہ جدہ میں رہتے تھے ابھی ان کے آنے میں کچھ دن باقی تھے۔ ہمارے ساتھ دو آدمی انٹیلی جنس والوں کے تھے وہ روزانہ خفیہ ڈائری پاکستانی سفیر کو بھیجتے تھے۔

انہوں نے سفیر موصوف کو لکھ بھیجا کہ ہمارے پاس رقم قریب ختم ہو گئی ہے اور قہوے کے ایک گلاس پر ہم دونوں کی گزر اوقات ہو رہی ہے۔ ہم کسی کی دعوت بھی قبول نہیں کرتے اور اپنے حال میں مست رہتے ہیں۔ انہوں نے ہماری ایک ایک بات سفیر صاحب کو پہنچادی۔ سفیر موصوف نے جن کا نام کرنل تصدق تھا نے اینٹی جنس کے ذریعے سلام بھجوایا کہ وہ ان سے مل لیں ورنہ جمعہ کو وہ خود ہم سے ملنے آئیں گے۔ انٹیلی جنس کے ان آدمیوں نے اپنا تعارف بھی ہم سے کرایا اور بتایا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی پاکستان سے حج کے لئے آئے تھے اور وہ ہماری ڈائری لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس کے لئے ہم سے معذرت بھی کی۔ کرنل صاحب بہت نفیس آدمی ہیں وہ پاکستان آئے تو ہمارے شوروم پر ہمیں ملنے آئے۔

شاہ فیصل کی طرف سے ملاقات کی دعوت:

ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے کہ ایک دن عبداللہ بن عبدالحمیر شاہ فیصل کا پیغام لے کر ہمارے پاس آئے کہ وہ حج کے معاملات سے فارغ ہو کر ہم سے ملاقات کریں گے اور یہ کہ ہم اس وقت تک ان کے شاہی مہمان ہوں گے۔ ہم نے شاہ فیصل کو جوابی پیغام بھجوایا کہ ہم اس بات پر ان کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں کام کا موقع مرحمت فرمایا لیکن ہم نے جو کچھ کیا ہے اس میں اللہ کی خوشنودی اور رضا مقصود تھی ہم نے مزید کہا کہ ہمیں شاہ فیصل سے ملاقات کی خواہش تو ہے مگر وہ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کام کو قبول فرمائیں۔ باقی شاہ فیصل سے ملاقات میدان حشر میں کریں گے جب رب ذوالجلال کے دربار میں سب انبیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندے حاضر ہوں گے وہاں وہ بندگان خدا بھی ہوں گے جنہوں نے کعبۃ اللہ کی تعمیر و تزئین میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لیا سب آجائیں گے تو ان میں ہم بھی بہت پیچھے

کہیں کھڑے ہوں گے۔ اس دن شاہ فیصل بہت اونچے مقام پر فائز ہوں گے وہ دن ہمارا شاہ فیصل سے ملاقات کا دن ہو گا۔ شاہ فیصل کو یہ بتایا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ اگر وہ لوگ ایسا کہتے ہیں تو پھر ایسا ہی ہے۔ شاہ فیصل نے ہمیں بڑی دعائیں دیں اور نیک خواہشات کا اظہار کیا اور کہا کہ جیسا ان کی مرضی ہم ان سے میدان حشر میں ہی ملاقات کریں گے۔

شیخ عبداللہ بن عبدالحمیر صاحب نے ایک دن ہمیں اپنے گھر دعوت پر بلایا اور ہمیں لانے کے لئے اپنی کار بھیجی۔ وہ ہم سے بڑے تپاک اور گرمجوشی سے ملے۔ دیر تک ہمیں دعائیں دیتے رہے اور ہمارے لئے نیک جذبات کا اظہار کیا۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کام کو قبول فرمائے۔ مزید کہا کہ ہم نے توکل علی اللہ کا مظاہرہ کیا ہے ہمیں ضرور اللہ کی رضا حاصل ہو گی۔

کعبۃ اللہ کے لئے ایک اور کام جو ہم نے کیا وہ یہ تھا کہ ریڈیو اسٹیشن سے اذانوں اور دیگر اعلانات کو نشر کرنے کے لئے جو آلات (APPARATIS) نصب کیے گئے تھے ان کے لئے خصوصی شیلف ڈیزائن کیں اور پھر ان کے لئے سارا سازو سامان وہیں سے خریدا اور شیلف کو فٹ کر دیا اس کام میں حاجی شفیع صاحب نے جو حصہ ڈالا وہ قابل قدر تھا۔

حج کے بعد اتنا وزنی سامان اپنے ہمراہ اٹھائے پھر رہے تھے تو لوگ حیرت زدہ تھے کہ یہ آدمی ہیں یا جن۔ حاجی حضرات کو تو ایک لوٹا اٹھانا بھی گراں گزرتا ہے۔ بعض احباب نے ہمیں مشورہ دیا کہ آپ سامان لے آئے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ آپ اسے حرم کعبہ کے اندر بھی پہنچائیں۔ یہ کام بعد میں بھی ہو سکتا ہے آپ ناحق اتنی پریشانی کیوں مول لے رہے ہیں؟ سامان جہاں بھی پڑا ہے ٹھیک ہے کوئی اسے اٹھا کر نہیں

لے جائے گا۔ لیکن ہم نے ان کے مشوروں کو نظر انداز کر دیا اور کہا کہ ہم ادھورا کام کرنے کے قائل نہیں۔ جب تک کام پورا نہ کیا جائے مزدوری پوری نہیں ملتی لہذا جہاں تک ہماری ہمت نے ساتھ دیا اور وسائل نے اجازت دی اپنا کام مکمل کریں گے۔ چنانچہ ہم نے سیڑھی بنانے کے علاوہ مکتبہ الحرم اور دارالحدیث کے لئے شیلف 'المباریاں' ڈیسک اور امام الحرم کے کتب خانہ کے لئے کرسیاں اور دیگر فرنیچر جو کچھ ہمیں کہا گیا بنایا۔

حاجی شفیع صاحب جمعہ کے دن آگئے تو ہم نے ان سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم لی انہیں کہا کہ وہ ہمارے لئے لباس لائیں کہ ہمارے کپڑے گندے ہو چکے ہیں۔ شیخ امین شعبی صاحب وہ شخص ہے جو جب کسی ملک کا بادشاہ یا سربراہ آتا ہے تو وہ اس کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولتا ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ شاہان مملکت رخصت ہوتے وقت ہمیں جو تحائف عطا کرتے ہیں وہ اس وقت اپنے ہمراہ لے کر نہیں جاتے بلکہ وہیں پڑا رہنے دیتے ہیں اور پھر جب موقع ملتا ہے وہاں سے نکال لیتے ہیں۔

امین شعبی صاحب اس معزز خاندان کے ایک فرد ہیں جنہیں فتح مکہ کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چابی عنایت فرمائی تھی کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ظالم ہوگا جو اس خاندان سے یہ چابی واپس لے گا چنانچہ عہد بعہد اور نسلاً بعد نسلاً یہ چابی اسی خاندان میں چلتی آرہی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری وساری رہے گا۔

امین شعبی صاحب کی قیادت میں جب ہم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو اس کی ہیئت کو کچھ اس طرح پایا کہ تاریکی کی وجہ سے ہم اپنے آگے پیچھے اور اوپر نیچے

ٹھیک طرح سے نہیں دیکھ پائے۔شعبی صاحب نے ہمیں کچھ ایسی چیز بنانے کے لئے جسے شمع کی طرح ہاتھ میں اٹھایا جا سکے کیونکہ بجلی تو لگ نہیں سکتی اور ان دنوں کوئی ٹارچ بھی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے شمع کی طرح ایک پٹی ڈیزائن کی جس سے اندر کا ماحول روشن ہو جاتا تھا اور آدمی اپنے گردو پیش کی چیزوں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

ہم نے امین شعبی صاحب کی خدمت میں ایک الماری بھی بطور نذرانہ پیش کی لیکن وہ کہنے لگے کہ مجھے الماری کی نہیں بلکہ (BOX) بکس قسم کی چیز کی ضرورت ہے۔بالکل اسی طرح کا بکس جو زمانہ حجر (GOTHIC AGE) یعنی حضرت آدم علیہ اسلام کے زمانے میں جنت سے آیا تھا ہم نے دوسرے سال وہ بکس انہیں بھجوا دیا۔ جسے انہوں نے خانہ کعبہ کے اندر رکھوایا اور وہ الماری جس پر قرآنی آیات کندہ تھیں اسے اپنے گھر میں رکھ لیا امین صاحب کو ہم نے جو بکس خانہ کعبہ کے لئے بھیجا اس پر بہت خوبصورت کھدائی (CARVING) کا کام کیا گیا تھا جو آرٹ کا ایک انتہائی نادر نمونہ ہے۔ہماری بنائی ہوئی ایک شیلف مکتبہ الحرم کے کتب خانہ میں بھی ہے جس میں قدیم ملفوظات رکھی گئی ہیں۔

دنیا میں ملک سعودی عربیہ کے شہر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ' اور اسی طرح بلد مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی شریف اور روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان کے دل ودماغ کا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کے طابع ہونا روحانی وجسمانی تندرستی ہے۔ صحت مند تزکیہ نفس نماز' روزہ' حج' زکواۃ کی مسلسل ادائیگی اور اس میں فضل ورحمت خداوندی کی رضا کا خزانہ جسم وجاں کی راحت کا سامان نجات و کامرانی کی دلیل ہیں۔ انسانی ارتقاء جن لطیف احساسات کی ہم آہنگی سے مزین کر کے بندہ رضاء الٰہی میں جنت کو مشیعت کی بجائے سعادت وفرمانبرداری حاصل کرتا رہتا ہے رضاو تسلیم کا تسلسل سانس کی آمدورفت سے مربوط ہو کر محفوظ ہوتا ہے۔ کام کی اچھائی یا برائی' مخدوم کی مرضی ہے پسند آئے تو کامیابی ناپسند ہو تو ناکامی اس مدوجزر کی طلاطم خیزی میں صبر ورضا ہی کام آتے ہیں جس کی مثالیں تاریخ میں گواہ ہیں۔ میری نظر میں نظیر بنا کسب کمال ہے صحت مند ماحول اور سلیم وطبع' مکتبہ فکر ورضا میں عزیز ہونا وفا شعاری ہے۔ تزئین حرم وکعبتہ اللہ کے واقعات' حالات کی نظر ہوئے' نظیر بنے روز محشر معلوم ہوگا۔

حاجی بشیر احمد

مختصر تعارف



حاجی بشیر احمد صاحب (مینجنگ ڈائریکٹر نذیر فرنشرز) گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی میاں خان صاحب ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد شروع سے ہی لکڑی کے پیشہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر جدید فرنیچر سازی کا آغاز آپ نے تھوڑے سرمایہ سے کیا۔ اور اس کام میں خوب عزت و شہرت کمائی اور اب فرنیچر سازی میں ان کا نام ایک **Authority** ہے۔ آپ کو گجرات کے بڑے بڑے نامور کاریگروں کی آشیر باد حاصل ہے۔ رشوت، سود اور دیگر معاشرتی برائیوں سے ہمیشہ سے نفرت کرتے ہیں۔ صوم و صلوۃ کے بڑے پابند ہیں۔ غالباً 10 دفعہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ آپ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

کاروبار کے فروغ کے لئے آپ نے کئی دفعہ بیرونِ ملک دورے بھی کئے۔ فرنیچر ساز برادری نے نہ صرف گجرات بلکہ پورے ملک میں اُن پر بھرپور اعتماد کیا۔ اور اُن کو فرنیچر میکر ایسوسی ایشن گجرات کا صدر اور پاکستان فرنیچر میکرز ایسوسی ایشن کا نائب صدر بنایا۔

Wood Working Center Gujrat کے قیام کے سلسلہ میں اُن کی ذاتی کاوشیں بے شمار ہیں۔ بعد از قیام اسی ادارے میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں

پاک فوج کی لئے فرنیچر دوبارہ ڈیزائن کیا تحریکِ ختم نبوت میں کارکن کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اپنے خاندان کی معاشی و اقتصادی بہتری کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

اب آخر میں اس دُعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ ہم پر ان کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین